زمانۂ نزول:

1۔ سورۃ ﴿الـعـلـق﴾ کی ابتدائی پانچ (5) آیات سے رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا۔

(صحیح بخاری :کتاب التفسیر ، باب سورۃ العلق ، حدیث 4,670 ، عن عائشۃؓ)

یہ غالباً رمضان مطابق 10 اگست 610ء کا واقعہ ہے۔

2۔ اس سورت کی آخری چودہ (14) آیات ، دوسرے دور میں اعلانِ عام کے بعد غالباً 4 یا 5 نبوی میں ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئیں ، جب اس نے آپ ﷺ کو حرم میں نماز سے روکا تھا۔

خصوصیات

1- سورۃ ﴿العلق﴾ کی آخری آیت میں ایک سلبی حکم ﴿لَا تُطِعْهُ﴾ ہے اور ایک ایجابی حکم ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ ہے۔

2- یہ اُسی طرح کا اُسلوب ہے جو سورۃ النحل آیت:36 میں ﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ کے الفاظ سے استعمال ہوا ہے۔

3- اسلامی تحریکوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ﴿طاغوت﴾ کا مقابلہ کرنے کے لیے ، احسان پر مبنی عبادت اور طویل سجدوں کے ذریعے اپنے رب اور خالق سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں۔

سورۃ العلق کا کتابی ربط

1- پچھلی سورت ﴿التین﴾ میں جن ﴿اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ﴾ کا ذکر تھا، یہاں سورت ﴿العلق﴾ میں اُس کی ایک مثال قریش کے ایک بڑے دشمنِ اسلام (ابوجہل) کے طاغوتی رویوں سے پیش کی گئی ہے۔

2- سورۃ ﴿العلق﴾ میں نبی کریم ﷺ پر کی جانی والی اولین وحی کا ذکر ہوا ہے۔اگلی سورت ﴿القدر﴾ میں اُس رات کی اہمیت اُجاگر کی گئی ہے ، جس میں قرآن اُتارا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورت ﴿التین﴾ میں مؤمن قیادت اور طاغوتی قیادت کا فرق بتانے کے بعد، آخری آیت میں طاغوت کی اطاعت سے بچ کر، اللہ کی اطاعت وبندگی کرکے ، اُس کا تقرب حاصل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

2- اس سورت میں مؤمن قیادت کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

(a)۔ وہ ہدایت پر ہوتی ہے ﴿عَلَى الْهُدٰى﴾ (آیت:11)۔

(b)۔ مؤمن قیادت نماز کے ذریعے اپنے ربّ کے ساتھ ایک مضبوط تعلق قائم کرتی ہے۔
﴿صَلّٰى﴾ (آیت:10)۔

(c)۔مؤمن قیادت پاکیزگی اور تقویٰ کی دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتی ہے ۔
﴿اَمَرَ بِالتَّقْوٰى﴾ (آیت:12)

3- سورۃ ﴿العلق﴾ میں طاغوتی قیادت کے اوصاف بھی بیان کیے گئے ہیں۔

(a)۔طاغوتی قیادت سرکش اور حد سے تجاوز کرنے والی ہوتی ہے ﴿لَيَطْغٰى﴾ (آیت:6)۔

(b)۔طاغوتی قیادت اپنے آپ کو جواب دہی سے بے نیاز سمجھتی ہے ﴿اسْتَغْنٰى﴾ (آیت:7)۔

(c)۔طاغوتی قیادت اللہ کے نیک بندوں کو نماز جیسی عبادت سے روکتی ہے۔
﴿ یَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴾ (آیات:9،10)

سورۃ العلق کا نظمِ جلی

سورۃ العلق پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 5 : پہلا پیراگراف، قرآن کی پہلی وحی پر مشتمل ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کا تعارف ہے۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴾(1) پڑھیے! اپنے رب کے نام کے ساتھ، جس نے پیدا کیا۔
﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴾(2) جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے، انسان کی تخلیق کی۔
﴿ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴾ (3) پڑھیے! آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے۔
﴿ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴾ (4) جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔
﴿ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴾(5) انسان کو وہ علم دیا، جسے وہ نہ جانتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ﴿ رَبّ ﴾ ہے، اللہ تعالیٰ ﴿خالِق﴾ ہے، اللہ تعالیٰ ﴿اَكْرَم﴾ ہے، اللہ تعالیٰ ﴿مُعَلِّم﴾ ہے۔
یہاں رسول اللہ ﷺ کو، اُس ﴿ ربّ ﴾ کا نام لے کر قرآن پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے، جس نے ساری کائنات اور کائنات کی ہر چیز کو ﴿ تخلیق ﴾ کیا ہے۔کائنات کی عام تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد ، خاص طور پر انسان کی تخلیق کا ذکر کیا ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴾۔حقیر ترین حالت سے ، انسان کو پیدا کر کے صاحبِ علم بنایا ، جو مخلوقات کی بلند ترین صفت ہے۔صرف صاحبِ علم ہی نہیں بنایا، بلکہ اس کو ﴿ قلم ﴾ کے استعمال سے لکھنے کا فن بھی سکھایا۔اللہ تعالیٰ ﴿مُعَلِّم﴾ ہے۔انسان کو وہ علم دیا ، جسے وہ جانتا نہیں تھا ﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴾۔

2- آیات 6 تا 8: دوسرے پیراگراف میں سرکش اور بے نیاز طاغوتی صفات رکھنے والے انسان کے اِنکارِ آخرت کا بیان ہے

﴿ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى ﴾(6) ہرگز نہیں ! (یقیناً) انسان سرکشی کرتا ہے۔(طاغی بنتا ہے)
﴿ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴾ (7) اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے۔(اپنے تئیں بے نیاز سمجھ کر)
﴿اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ﴾(8) (حالانکہ) پلٹنا یقیناً تیرے رب ہی کی طرف ہے۔

اس پیراگراف کی ابتداء ﴿ كَلَّا ﴾ سے ہوئی ہے۔یہاں کچھ محذوف ہے۔یعنی اللہ نے انسان کو نہ صرف پیدا کیا ، بلکہ اُس نے انسان کی ہدایت کے لیے ، قرآن کی تعلیم کا بھی اہتمام کیا ، اس کو وہ تمام باتیں بتائیں ، جو وہ نہیں جانتا تھا ، لیکن انسان ﴿طغویٰ﴾ یعنی سرکشی اختیار کرتا ہے ، ﴿ طاغی ﴾ بنتا ہے ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى ﴾، اپنے آپ کو جواب دہی سے بے نیاز اور ﴿مُسْتَغْنِی ﴾ سمجھتا ہے ، آخرت اور جزا و سزا کا انکار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ

اسے مرنے کے بعد ، اللہ کے حضور پلٹنا نہیں ہے۔

3- آیات 9 تا 14 : تیسرے پیراگراف میں ، اُسی طاغی ، ﴿مُسْتَغْنِی﴾ اور منکرِ آخرت طاغی قیادت کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

﴿اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی﴾ (9) کیا تم نے دیکھا اس شخص کو، جو منع کرتا ہے؟

﴿عَبْدًا اِذَا صَلّٰی﴾ (10) ایک بندے کو ، جبکہ وہ نماز پڑھتا ہو؟

﴿اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰی﴾ (11) تمہارا کیا خیال ہے ، اگر وہ (بندہ) راہ راست پر ہو؟

﴿اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی﴾ (12) یا وہ پرہیزگاری کی تلقین کرتا ہو؟ (یا نیکی کی تلقین کرنے والا ہوا)

﴿اَرَءَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی﴾ (13) تمہارا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا شخص حق کو) جھٹلاتا اور منہ موڑتا ہو؟ (بھلا دیکھو تو! اگر اس نے جھٹلایا اور منہ موڑا)

﴿اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی﴾ (14) کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟

(1)۔ یہ طاغی شخص رسول اللہ ﷺ کو نماز سے روکتا ہے ﴿یَنْهٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی﴾۔

(2)۔ یہ طاغی شخص تجزیاتی ذہن (Analytical mind) نہیں رکھتا ، نماز پڑھنے والی ہستی ﷺ کے بارے میں سنجیدگی اور اخلاص سے غور کرنے کی بھی کوشش نہیں کرتا کہ یہ ہستی ہدایت پر بھی ہو سکتی ہے۔ ﴿اَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰی﴾۔ یہ ہستی لوگوں کو نیکی اور پرہیزگاری کی دعوت دینے والی شخصیت بھی ہو سکتی ہے ﴿اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی﴾۔

(3)۔ یہ طاغی شخص حق کو جھٹلاتا ہے ﴿اَرَءَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی﴾۔

(4)۔ یہ طاغی شخص حق سے منہ موڑتا ہے ﴿وَ تَوَلّٰی﴾۔

(5)۔ یہ طاغی شخص اللہ کو ناظر و بصیر نہیں سمجھتا کہ وہ ایک دن سزا دے سکتا ہے ﴿اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی﴾۔

4- آیات 15 تا 18 : چوتھے پیراگراف میں ، مندرجہ بالا صفات رکھنے والی طاغی قیادت کا انجام بتایا گیا ہے۔

﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ ، ہرگز نہیں ! اگر وہ باز نہ آیا تو

لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ﴾ (15) ہم اس کی پیشانی کے بال (چوٹی) پکڑ کر کھینچیں گے۔

﴿نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾ (16) اس پیشانی کو ، جو جھوٹی اور سخت خطار کار ہے۔

﴿فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ﴾ (17) وہ بلا لے اپنے حامیوں کی ٹولی کو۔ (اپنی پارٹی کو)

﴿سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ﴾ (18) ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔

یہ پیراگراف بھی ﴿كَلَّا﴾ سے شروع ہوتا ہے۔ یہاں بھی کچھ محذوف ہے۔ مطلب ہے، یہ طاغی اور مستغنی شخص اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ وہ یوں ہی اپنی باغی سرگرمیاں جاری رکھ سکے گا۔ ہرگز نہیں ! بلکہ اگر وہ اپنی اصلاح نہ کرے تو اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکے گا۔ نہایت ذلت سے اُسے داخلِ جہنم کردیا جائے گا۔ اللہ کی قوت کے سامنے اُس کی جمعیت اُس کی پارٹی اور اُس کی جتھ بندی بے بس ہوگی۔

5- آیت 19: پانچواں اور آخری پیراگراف آخری آیت پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک ایجابی اور ایک سلبی حکم ہے۔ یہ بھی ﴿كَلَّا﴾ سے شروع ہوتا ہے۔

﴿كَلَّا لَا تُطِعْهُ — ہرگز نہیں ! اس کی بات نہ مانیے

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴾(19) — اور سجدہ کیجیے اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کیجیے !

مطلب ہے، آپ ﷺ کو ایسے طاغی سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں، وہ آپ ﷺ پر ہرگز غالب نہیں ہو سکے گا۔ آپ ﷺ کو اس سے دبنے اور ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کی بات ماننے اور اس کی اطاعت کی کوئی حاجت نہیں۔ آپ ﷺ کو دلجمعی سے اپنی نماز جاری رکھنا چاہیے۔ سکون اور وقار سے سجدوں کو طوالت دیجیے۔ سجدوں کی یہ طوالت ، قربتِ الٰہی کی ضامن ہے۔ حالتِ سجدہ میں اللہ تعالیٰ بندے سے بہت قریب ہوتا ہے۔ اس آخری آیت میں بیک وقت دو باتوں کا حکم ہے۔ ایک ایجابی حکم ہے اور دوسرا سلبی حکم۔

(1) طاغی قیادت (Tyrant Leadership) کی اطاعت سے اجتناب لازمی اور ضروری ہے۔

(2) تعلق باللہ کے حصول میں، نماز کا کردار نہایت اہم ہے۔ نماز میں اعتدال ، سکون اور طمانیت، قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ سجدوں میں تقرب کی یہ حالت اپنی بلندی پر ہوتی ہے۔

مرکزی مضمون

اپنے ﴿رب﴾ اور ﴿خالق﴾ اللہ کی صفات کا اِظہار کرنا چاہیے۔ طاغی قیادت کی اطاعت سے بچتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کرکے اللہ کا تقرب حاصل کرنا چاہیے۔

FLOW CHART — ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE — نظمِ جلی

97- سُوْرَةُ الْقَدْرِ

آیات : 5 ...... مَکِّیَّۃٌ ...... پیراگراف : 2

لَیلۃُ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے

پہلا پیراگراف آیات: 1 تا 3

مرکزی مضمون :

نزولِ قرآن کی رات بھی قدر و قیمت

اور سلامتی والی ہے، اس سے

قرآن کی قدر و قیمت کا اندازہ کرو !

دوسرا پیراگراف آیات: 4 تا 5

لَیلۃُ القدر میں سلامتی کے احکامات نازل ہوتے ہیں۔
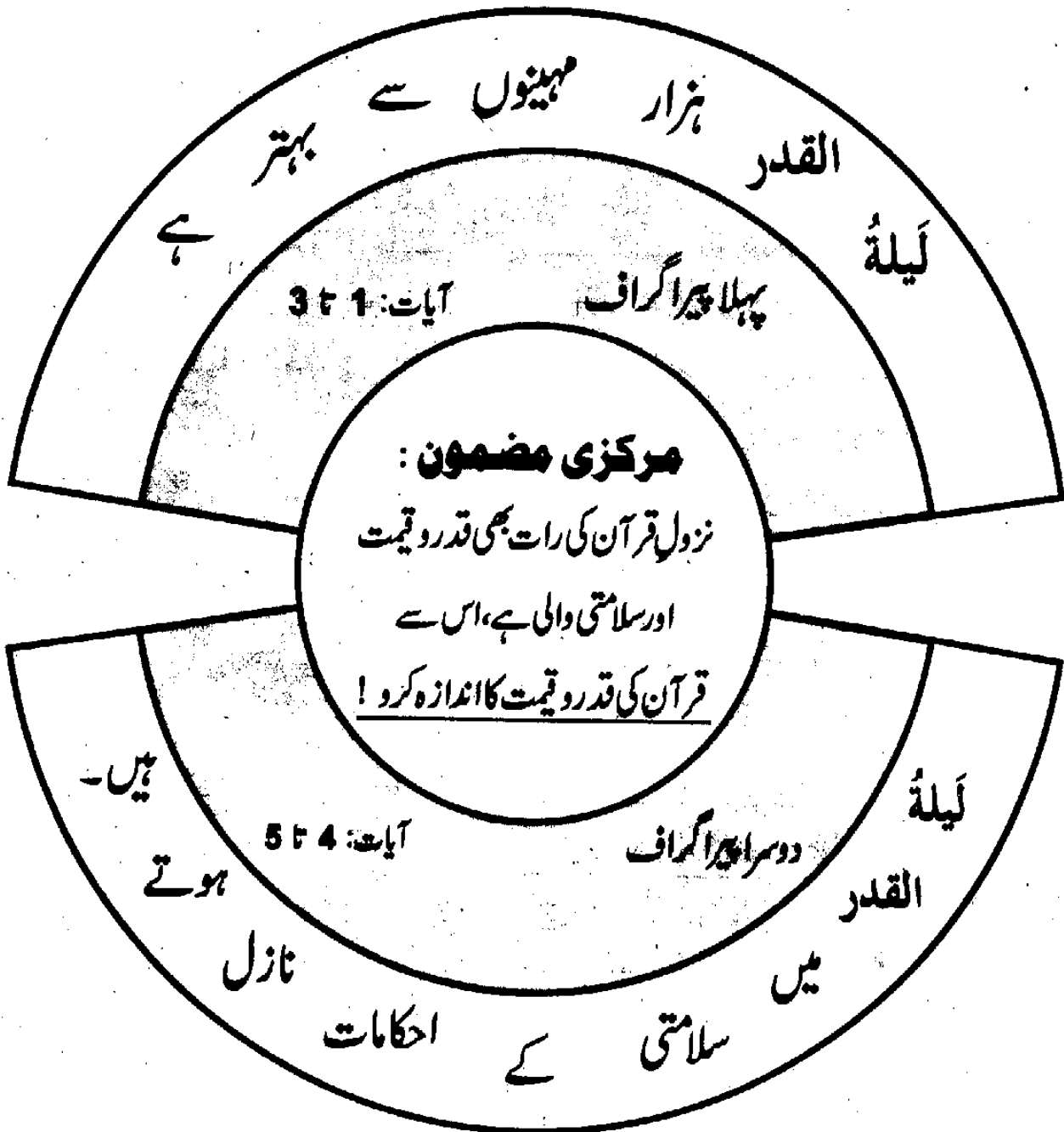
زمانۂ نزول:

سورۃ ﴿القدر﴾، غالباً قیامِ مکہ کے پہلے دور (0 تا 3 نبوی) میں نازل ہوئی ہوگی، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جارہی تھی اور جب آپ ﷺ پر اعلیٰ ادبی اسلوب میں مختصر، محکم اور جامع سورتیں نازل کی جارہی تھیں۔

سورۃُ القدر کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿العَلَق﴾ میں پہلی وحی کا ذکر تھا، اس سورت ﴿القدر﴾ میں وحی کے نزول کی رات کا ذکر ہے۔

2- اگلی سورۃ ﴿البَیِّنَة﴾ میں قرآن کے نزول کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کے نزول کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے خاندان کی دونوں شاخوں ﴿بنی اسرائیل﴾ یعنی اہلِ کتاب اور ﴿بنی اسماعیل﴾ یعنی مشرکینِ مکہ پر اتمامِ حجت ہوگئی ہے۔ اب وہ اسلام قبول کر کے ﴿خَیرُ البَرِیَّة﴾ میں شامل ہو سکتے ہیں، یا اسلام کو مسترد کر کے ﴿شَرُّ البَرِیَّة﴾ میں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- رسول اللہ ﷺ نے اس بابرکت رات کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کی ہدایت کی ہے۔ ﴿تَحَرَّوْا لَیلَةَ القَدْرِ فِی الوِترِ مِنَ العَشرِ الأوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ﴾

(صحیح بخاری 1,913، عن عائشہؓ)

2- قرآن کا نزول، وہ عظیم الشان آسمانی فیصلہ ہے، جو قوموں کی تقدیر کو بدلنے والا اور انسانیت کی کایا پلٹ دینے والا ہے۔

3- قیامت تک ہر انسان کی نجات کا دارومدار، اِسی آخری کتاب ﴿قرآن﴾ پر موقوف ہے۔

سورۃُ القدر کا نظمِ جلی

سورۃُ القدر دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 3: پہلے پیراگراف میں، بتایا گیا کہ ﴿لیلۃُ القدر﴾ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

﴿اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ﴾ (1) (یقینًا) ہم نے اس (قرآن) کو، شبِ قدر میں نازل کیا۔

﴿وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ﴾ (2) اور تم کیا جانو کہ شبِ قدر کیا ہے؟

﴿لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ﴾ (3) شبِ قدر، ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔

جس طرح یومِ آزادی سے بڑی چیز خود آزادی ہوتی ہے، اسی طرح نزولِ قرآن کی رات سے زیادہ بڑی چیز خود قرآن ہے۔ ﴿لَیلَةُ القَدر﴾ کو بھی قرآنِ مجید کی وجہ سے ہی چار چاند لگے ہیں اور یہ رات اسی وجہ سے ہزار مہینوں سے افضل ٹھیرائی گئی ہے۔ اب قیامت تک تمام انسانیت کی فلاح کا دارومدار اِسی کتاب پر موقوف ہے۔

2- آیات 4 تا 5 : دوسرے اور آخری پیراگراف میں ﴿ لیلةُ القدر ﴾ کے فضائل ہیں۔

﴿ لیلةُ القدر ﴾ میں فرشتوں اور ان کے سردار حضرت جبریلؑ کا نزول ہوتا ہے اور طلوع فجر تک اللہ کی طرف سے سلامتی کے احکامات نازل ہوتے رہتے ہیں۔

﴿ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا	فرشتے اور روح (جبریل) اس میں اترتے ہیں
بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴾ (4)	اپنے رب کے اذن سے، ہر حکم لے کر
﴿ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴾(5)	وہ رات، سراسر سلامتی ہے، طلوع فجر تک۔
	(وہ یکسر امان ہے، یہ صبح کے نمودار ہونے تک ہے)

مرکزی مضمون

نزولِ قرآن کی رات جب اس درجہ قدر و قیمت اور سلامتی والی ہے تو انسانوں کو اس سے قرآن کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنا چاہیے۔

FLOW CHART — ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE — نظمِ جلی

98- سُورَةُ البَيِّنَة

آیات : 8..... مَدَنِيَّةٌ..... پیراگراف : 5
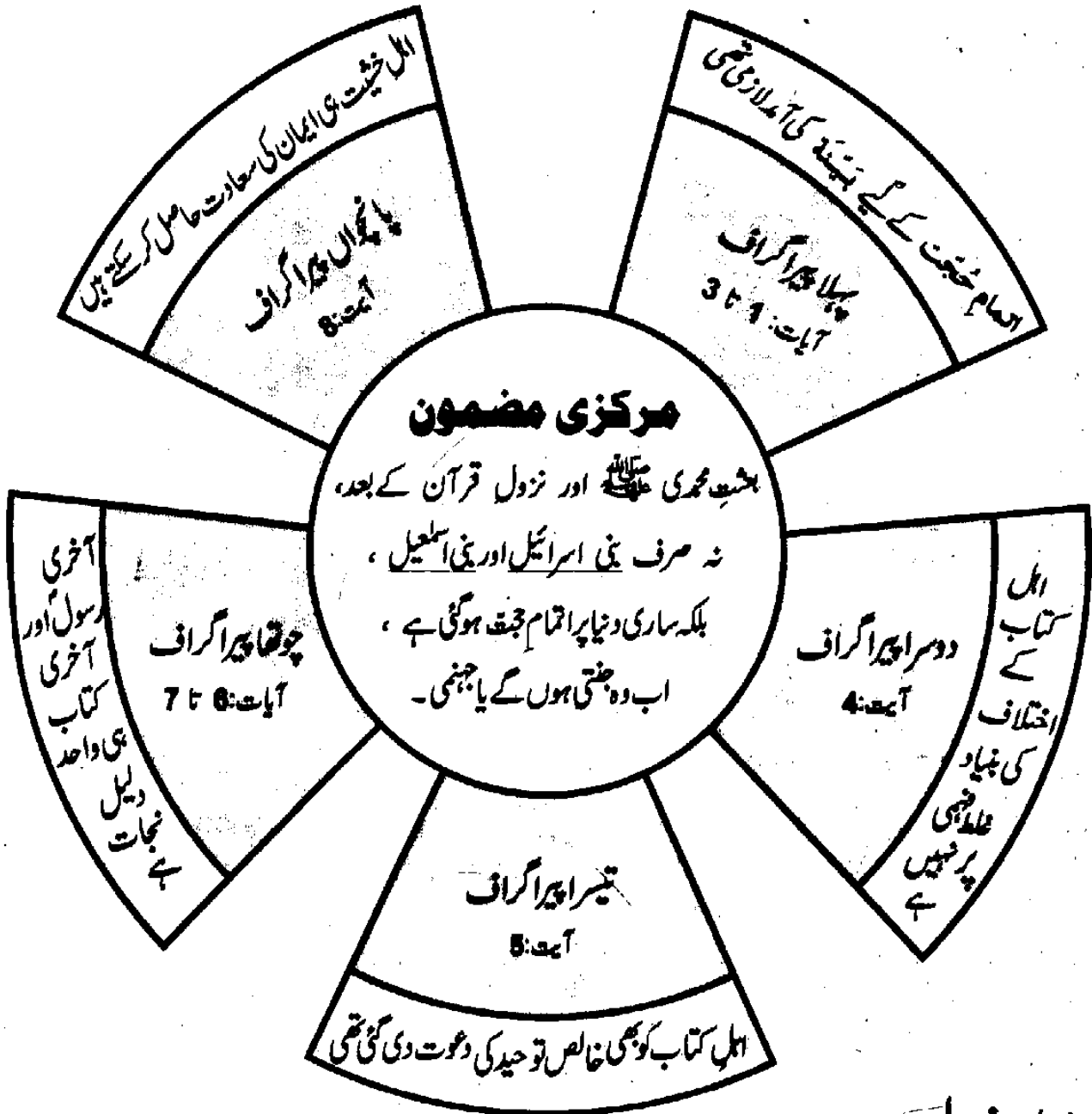
زمانۂ نزول:

سورت ﴿ البَيِّنَة ﴾، اُن آخری دو (2) سورتوں میں سے ایک ہے، جو مدینہ منورہ میں وفات سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئیں۔ اس سورت کے بعد غالباً صرف سورت ﴿ النَّصر ﴾ اور چند متفرق آیات نازل ہوئیں۔ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ دس (10) ہجری کے آخر میں نازل ہوئی ہوگی۔

سورۃ البَیِّنَۃِ کا کتابی ربط

1- پچھلی سورت ﴿القَدر﴾ میں وحی کے نزول کی رات کا ذکر تھا، اس سورت ﴿البَیِّنَة﴾ میں آخری رسول محمد ﷺ پر آخری کتاب قرآن کے نزول کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کے نزول کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے خاندان کی دونوں شاخوں ﴿بنی اسرائیل﴾ یعنی اہلِ کتاب اور ﴿بنی اسماعیل﴾ یعنی مشرکینِ مکہ پر دنیا میں اِتمامِ حجت ہوگئی ہے۔ اب وہ اسلام قبول کرکے ﴿خَیرُ البَرِیَّة﴾ اور جنتی بن سکتے ہیں، یا اسلام کو مسترد کرکے ﴿شَرُّ البَرِیَّة﴾ اور جہنمی بن سکتے ہیں۔

2- اگلی سورت ﴿الزِّلزَال﴾ میں بتایا گیا ہے کہ روزِ قیامت انسان کو اُس کے اچھے اور برے اعمال دکھا کر اِتمامِ حجت کردی جائے گی۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- ﴿البَیِّنَه﴾ سے مراد، رسول اللہ ﷺ ہیں، جو قرآنی دعوت پیش کررہے ہیں۔

2- ﴿صُحُف مُطَهَّرة﴾ سے مراد قرآنِ مجید ہے۔

3- آخری رسول محمد ﷺ اور آخری کتاب قرآن پر ایمان لا کر عملِ صالح کرنے والے، بہترین خلائق ﴿خَیرُ البَرِیَّة﴾ ہیں۔

4- آخری رسول محمد ﷺ اور آخری کتاب قرآن کو ٹھکرانے والے، بدترین خلائق ﴿شَر البرِیَّة﴾ ہیں۔

5- مشرکین (بنی اسمٰعیل) اور اہلِ کتاب (بنی اسرائیل) دونوں ابراہیمی شاخوں کی نجات (Salvation) کا انحصار، صرف آخری کتاب قرآن اور آخری رسول محمد ﷺ پر ایمان اور اعمالِ صالحہ پر ہے۔

6- ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾ کے الفاظ کے ذریعے، یہ بات واضح کی گئی ہے کہ بنی اسمٰعیل (مشرکین) ہوں یا بنی اسرائیل (اہلِ کتاب) دونوں کے اندر موجود صرف اہلِ خشیت ہی، آخری کتاب اور آخری رسول ﷺ پر ایمان لاکر، جنت کی سعادت حاصل کرسکتے ہیں۔

سورۃ البَیِّنه کا نظمِ جلی

سورۃ البیّنہ پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 3: پہلے پیراگراف میں، ﴿البَیِّنَة﴾ یعنی رسول اللہ ﷺ اور قرآن کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے،

﴿وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ (اپنے کفر سے) باز آنے والے نہ تھے ،
حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴾(1) جب تک کہ ان کے پاس دلیلِ روشن، کھلی نشانی نہ آجائے۔
﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴾(2) (یعنی) اللہ کی طرف سے ایک رسول (محمد ﷺ) ، جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔ (پاکیزہ اوراق پڑھتا ہوا)
﴿فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴾(3) جن میں بالکل راست اور درست تحریریں لکھی ہوئی ہیں۔

آلِ ابراہیم کی دونوں شاخوں میں پھیلے ہوئے کفر کے انسداد کے لیے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات کے آخری انتظام کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ آلِ ابراہیم کی پہلی شاخ کے بیشتر افراد، گمراہ ہو کر یہودی اور عیسائی بن گئے، جبکہ دوسری شاخ کے بیشتر افراد نے، اَصنام پرستی کے شرک میں مبتلا ہو کر، خانۂ کعبہ جیسی جگہ کو 360 بتوں سے آلودہ کر دیا۔ یہ مشرکینِ مکہ تھے۔ بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل پر مشتمل، ان دونوں شاخوں کی رشد و ہدایت کے لیے آخری حُجت، آخری دلیل اور کھلی نشانی ﴿الْبَيِّنَةُ﴾ کا آنا ضروری تھا۔ اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز ظالم نہیں۔ وہ اپنے بندوں کو اتمام حُجّت کے بغیر، دوزخ میں نہیں ڈالتا۔ چنانچہ یہ ﴿الْبَيِّنَةُ﴾، شریعت وحکمت پر مشتمل قرآن کے پاکیزہ صحیفوں کے اَحکام سناتے ہوئے، آخری رسول محمد ﷺ کی صورت میں بھیجی گئی۔ چونکہ پچھلی کتابوں کی تعلیمات میں تحریف کردی گئی تھی، انہیں آلودہ کر دیا گیا تھا، اس لیے ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی، جو ﴿قَيِّمٌ﴾ یعنی سیدھی صاف بھی ہو، اور ﴿مُطَهَّرٌ﴾ یعنی آلودگی اور آمیزش سے پاک بھی ہو۔ اس لیے آخری رسول محمد ﷺ پر، آخری کتاب قرآن نازل کی گئی۔

2- آیت 4 : دوسرے پیراگراف میں، اہلِ کتاب کی تحریف کی داستان رقم کردی گئی ہے۔

﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ، ان میں تفرقہ برپا نہ ہوا ،
اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴾ (4) مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس (راہِ راست کا) بیان واضح آچکا تھا۔

اہلِ کتاب، یہودی اور عیسائی بن گئے، اپنے مذہب ﴿الاسلام﴾ اور اپنی اساس توحید کو فراموش کر کے اپنے انبیاء کے بارے میں غلو کا ارتکاب کرتے ہوئے، انہیں (یعنی حضرت عزیزؑ اور حضرت عیسیٰؑ) کو اللہ کا بیٹا بنا لیا حالانکہ ان کے پاس بھی ﴿الْبَيِّنَةُ﴾ یعنی واضح تعلیمات اور کھلی نشانیاں آچکی تھیں۔

یہاں ایک اہم بات یہ بتائی گئی ہے کہ اہلِ کتاب کا یہ اختلاف وافتراق غلط فہمی کی بنیاد پر ہرگز نہیں تھا بلکہ ﴿بَيِّنَات﴾ کے آنے کے بعد رونما ہوا۔ تورات، انجیل اور زبور کی تعلیمات بھی بہت ہی واضح اور غیر مبہم تھیں، ان میں غلط فہمی کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔ دراصل اہلِ کتاب کا یہ اختلاف ﴿حَسَد﴾ کی بنیاد پر تھا (البقرۃ 109) اور اہلِ کتاب کا یہ اختلاف ﴿بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ باہمی ظلم وزیادتی اور استحصال (Exploitation) کی بنیاد پر تھا۔ (البقرۃ 213)

3- آیت 5: تیسرے پیراگراف میں یہ بتایا گیا ہے کہ اہلِ کتاب کو بھی خالص توحید اور نماز و زکوۃ کا حکم دیا گیا تھا۔

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ — اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں ،

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ، حُنَفَآءَ — اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے بالکل یکسو ہو کر ،

وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ — نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں

وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ﴾ (5) — یہی نہایت صحیح اور درست دین ہے۔

پچھلے رسولوں اور پچھلی کتابوں کی دعوت کا خلاصہ حسب ذیل تھا۔

(1) اللہ ہی کی خالص عبادت ، اطاعت اور بندگی کی جائے۔ ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾

(2) یہ عبادت ﴿الدِّين﴾ یعنی اطاعت اور بندگی کو اللہ ہی کے لیے خالص کرتے ہوئے کی جائے۔

﴿الدِّين﴾ کا مطلب، اللہ کی حاکمیت، بندوں کی محکومیت، اور اللہ کی شریعت و قانون کے علاوہ جزا و سزا کا عقیدہ ہے۔

﴿خَالِص﴾ کا مطلب، ملاوٹ اور آمیزش سے پاک عبادت و اطاعت ہے۔ یعنی اللہ کی ذات، صفات اور حاکمیت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اپنی عبادت اور محکومیت میں بھی کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اللہ کے قانون کے علاوہ کسی اور کی شریعت پر عمل نہ کیا جائے اور یہ سارے کام، عقیدۂ آخرت اور عقیدۂ جزا و سزا کے ماتحت کیے جائیں۔

(3) یہ بندگی، ﴿حَنِيف﴾ (یکسو Upright) بن کر کی جائے۔ اللہ اور اس کے احکام کے علاوہ کسی اور پر توجہ نہ ہو۔

(4) اہلِ کتاب کو بھی ، نماز اور زکوۃ کا حکم دیا گیا تھا ، نماز انہوں ضائع کر دی ﴿اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ﴾ (مریم 59) اور زکوۃ کو اپنے بخل اور دنیا پرستی کی وجہ سے مٹا دیا۔

(5) آخر میں بتایا گیا کہ توحید، اِخلاص (Purity)، دین کے جامع تصور، ﴿حَنِيفِيَّت﴾ (Uprightness) نماز اور زکوۃ پر مبنی راستہ ہی سیدھا راستہ ہے۔ اہلِ کتاب کے بگاڑ کو اب درست کر دیا گیا ہے، اب انہیں بھی اسی سیدھے راستے پر چلنا چاہیے۔ اسلام قبول کر لینا چاہیے۔ یہی سچا اور سیدھا دین ہے۔

4- آیات 6 تا 7: چوتھے پیراگراف میں، صاف صاف بتا دیا گیا کہ آخری رسول محمد ﷺ اور آخری کتاب قرآن کا انکار کرنے والا، چاہے وہ بنی اسرائیل کے اہلِ کتاب میں سے ہو، یا بنی اسمٰعیل کا مشرک ہو (یا دنیا کا کوئی اور مشرک ہو) ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جائے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ، اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴾ (6)

اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے، وہ یقیناً جہنم کی آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ — جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے،
اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴾ (7) — وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں۔

یہاں دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ آخری ہدایت سے محرومی ، انسان کو ﴿ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴾ یعنی بدترین خلائق بنا دیتی ہے، پھر وہ آسمانی وحی کی نعمت سے استفادہ کرنے کا کوئی اور موقع نہ پائے گا۔ نَتِیجَۃً وہ نہ صرف اعتقاد اعتباد بلکہ معاش و اقتصاد میں بھی ٹھوکریں کھاتا رہے گا۔ اس کے برخلاف، آخری رسول ﷺ اور آخری کتاب پر ایمان لانے والا ہر شخص، آسمانی وحی کے سائے میں زندگی بسر کر کے، ﴿خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴾ یعنی بہترین خلائق میں شامل ہو سکتا ہے ، چاہے وہ نسلی اعتبار سے یہودی ہو، عیسائی ہو، مجوسی ہو، برہمن ہو ، شودر ہو۔ بس دو (2) ہی شرطیں ہیں ایمان لائے اور پھر اس کے مطابق نیک اعمال پر مشتمل زندگی گزارے۔

5- آیت 8 : پانچویں اور آخری پیراگراف میں، اہلِ کتاب اور مشرکین دونوں کی نجات کی کلید ﴿خَشیت﴾ بیان کی گئی ہے

﴿ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ (8)

ان کی جزا ، ان کے رب کے ہاں دائمی قیام کی جنتیں (ہمیشگی کے باغ ہیں) جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ کچھ ہے اس شخص کے لیے جس نے اپنے رب کا خوف کیا ہو۔ (یہ صلہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرا)

ان سے پوچھا گیا: تمہارے دلوں میں خشیت موجود بھی ہے کہ نہیں ہے ؟ کیونکہ آخری رسول اور آخری کتاب پر ایمان لانے کی سعادت، صرف اہلِ خشیت ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ ﴿ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾

ایمان اور اعمالِ صالحہ کا انعام ، جنت کی صورت میں ملے گا ، لیکن یہ اسی صورت میں ہوگا ، جب بندے اللہ سے راضی ہو جائیں گے اور اللہ ان کی نیتوں اور ان کی بدعت سے پاک عبادت سے راضی ہو جائے گا۔ شریعت اسلامی پر پوری طرح یکسو ہو کر، اللہ کی کامل رضا حاصل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ، صرف اُسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے ، جب اللہ کا بندہ ، اللہ کی وحی ، اللہ کے رسول ﷺ ، اللہ کی کتاب اور اللہ کی شریعت سے راضی ہو جائے۔ یہ یک طرفہ استحقاق نہیں ہے ، بلکہ ایک دو طرفہ معاملہ ہے ، دو طرفہ رضا مندی مطلوب ہے۔ ﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾۔

بعثتِ محمدی ﷺ اور نزولِ قرآن کے بعد، نہ صرف بنی اسرائیل (اہلِ کتاب) اور بنی اسمٰعیل (مشرکینِ مکہ) بلکہ ساری دنیا پر اتمامِ حجت ہوگئی ہے۔ اب وہ جنتی ہوں گے یا جہنمی۔

FLOW CHART — ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE — نظمِ جلی

99- سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ

آیات : 8 ...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 2

دونوں مرحلے اور انسان کی سراسیمگی کے قیامت

پہلا پیراگراف آیات: 1 تا 3

مرکزی مضمون :

روزِ قیامت ، انسان کواس کا

خیروشر دکھا دیا جائے گا

دوسرا پیراگراف آیات:4 تا 8

خیروشر کے بارے میں زمین کی رپورٹ اور اعمال نامے کا مطالعہ
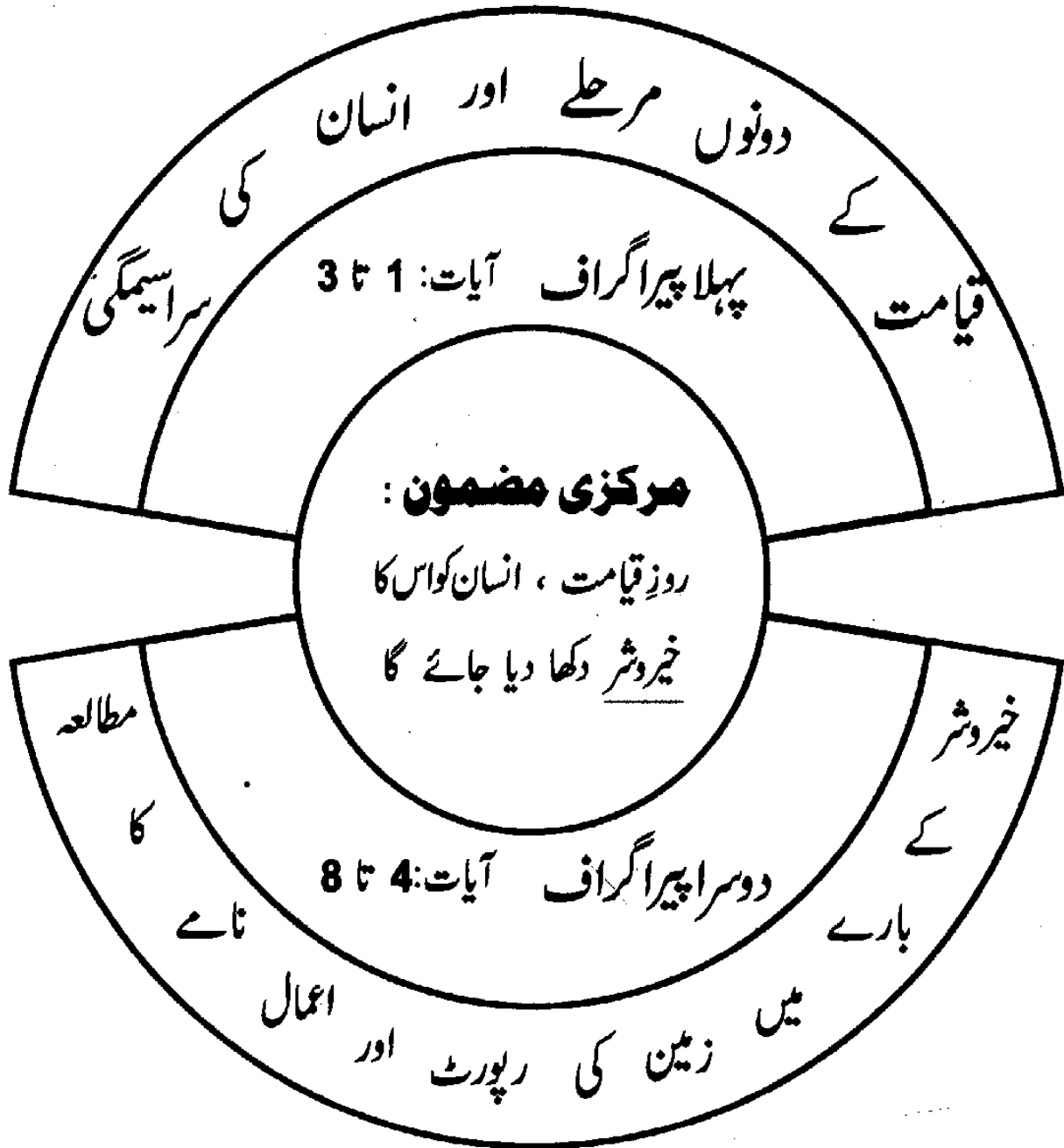
زمانۂ نزول:

سورت ﴿الزِّلزَال﴾ ، غالباً قیامِ مکہ کے پہلے دور (0 تا 3 نبوی) میں نازل ہوئی، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جارہی تھی، اور جب آپ ﷺ پر اعلیٰ ادبی اسلوب میں مختصر، محکم اور جامع سورتیں نازل کی جارہی تھیں۔

سورۃُ الزِّلزَال کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿البیّنة﴾ میں آخری رسول محمد ﷺ کا اقرار اور انکار کرنے والوں کو ﴿خیرُ البریّة﴾ اور ﴿شرُّ البریّة﴾ کہا گیا تھا اور انہیں دوزخ کے عذاب کی وعید سنائی گئی تھی۔ یہاں سورۃ ﴿الزّلزال﴾ میں دوزخ کے عذاب سے پہلے کے مرحلۂ حساب و کتاب کا ذکر ہے، جب اقرار اور انکار کرنے والے سب انسان اپنی ہر نیکی اور ہر برائی کو اپنے نامۂ اعمال میں دیکھ لیں گے۔

2- پچھلی سورت ﴿البیّنة﴾ میں اہلِ کتاب اور مشرکین پر دنیا کے اندر 'اتمامِ حجت' کردی گئی تھی۔ یہاں سورۃ ﴿الزلزال﴾ میں بتایا گیا ہے کہ جزا وسزا سے پہلے انسانوں کو ان کے اعمال نامے دکھا کر روزِ قیامت بھی 'اِتمامِ حجت' کردی جائے گی۔

- **اہم کلیدی الفاظ اور مضامین:**

1- ﴿اَشتَاتًا﴾: اشتات کے لفظ سے یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ انسان روزِ قیامت خیر وشر پر مبنی مختلف اور متفرق عقیدے اور اعمال کے ساتھ اللہ کے حضور پیش کیے جائیں گے۔ (آیت:6)

2- اس سورت میں قیامت کے مناظر کی تصویر کشی کر کے بتایا گیا ہے کہ اُس دن اعمال ناموں میں انسانوں کو اُن کے اچھے اور برے اعمال دکھائے جائیں گے۔ چنانچہ ﴿لِیُرَوا اَعمَالَھُم﴾ (آیت:6) اور ﴿یَرَهٗ﴾ (آیات:7، 8) کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

سورۃُ الزِّلزَال کا نظمِ جلی

سورۃُ الزِّلزَال دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 3: پہلے پیراگراف میں، روزِ قیامت کے دونوں مرحلوں کی تصویر کشی ہے۔

﴿اِذَا زُلزِلَتِ الاَرضُ زِلزَالَهَا﴾ (1) جب زمین، اپنی پوری شدت کے ساتھ، ہلا ڈالی جائے گی۔

﴿وَ اَخرَجَتِ الاَرضُ اَثقَالَهَا﴾ (2) اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ، نکال کر باہر ڈال دے گی۔

﴿وَقَالَ الاِنسَانُ مَا لَهَا﴾ (3) اور انسان کہے گا (پکار اٹھے گا) کہ یہ اس کو کیا ہو رہا ہے؟

پہلے مرحلے میں زلزلہ پورے کرۂ ارض کو اپنی گرفت میں لے لے گا اور دوسرے مرحلے میں زمین پھٹ جائے گی اور اس میں سے تمام مرے ہوئے لوگ برآمد کیے جائیں گے۔ زمین گزرے ہوئے حالات سنائے گی۔ اس موقع پر انسان کی حیرت، تعجب، خوف اور سراسیمگی کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

2- آیات 4 تا 8: دوسرے پیراگراف میں، حساب کتاب سے پہلے انسانوں کو اپنے اپنے اعمال ناموں کے دکھائے جانے کا تذکرہ ہے۔

﴿ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴾ (4) اُس روز، وہ اپنے (اوپر گزرے ہوئے) حالات بیان کرے گی۔

﴿ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴾ (5) کیونکہ تیرے رب نے اسے (ایسا کرنے کا) حکم دیا ہوگا"

﴿ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا ، اُس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے

لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ﴾ (6) تا کہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں۔

﴿ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴾ (7) پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اس کو دیکھ لے گا۔

﴿ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴾ (8) اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی، وہ اس کو دیکھ لے گا۔

اللہ کی طرف سے زمین کو زبان عطا کی جائے گی اور وہ گزرے ہوئے سچے واقعات بیان کرے گی۔

لوگ متفرق حالات میں اپنے اپنے اچھے اور برے اعمال کے ساتھ حاضر ہوں گے اور اپنے اپنے نامۂ اعمال میں اپنی نیکیاں اور برائیاں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تا کہ اِتمامِ حجت ہو جائے۔

مرکزی مضمون

روز قیامت، (جنت اور دوزخ کے فیصلے سے پہلے) اِتمامِ حجت کے لیے، انسان کو اس کی تمام نیکیاں اور برائیاں دکھائی جائیں گی۔